اَللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔

حفظ الایمان

مع

بسط البنان وتغییر العنوان

مصنفہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

ناشر

کتب خانہ مجیدیہ، ملتان شہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

سوال ۱؎ کیا فرماتے ہیں حامیانِ دین و ناصرانِ شرع متین اس بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ سجدے کی دو قسمیں ہیں تعبدی ۱؎ اور تعظیمی ۲؎۔ تعبدی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور تعظیمی کسی کے ساتھ مختص نہیں۔ لہٰذا تعظیماً سجدۂ قبور جائز ہے اور کہتا ہے کہ طوافِ قبور جائز ہے۔ دلیلِ جواز حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح کا مقولہ ہے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ صفحہ ۱۰۸ سطر ۱۲ بیان ذکر کشفِ قبور فرماتے ہیں

"وبعدہ ہفت کرہ طواف کند و دراں تکبیر بخواند و آغاز از راست کند بعدہٗ طرفِ پایاں رخسارہ نہد۔ انتہیٰ"

اس سے طواف، سجدہ اور بوسۂ قبور سب کچھ جائز ہو گیا اور کہتا ہے کہ علم غیب کی ۲ دو قسمیں ہیں۔ بالذات ۱؎ اس معنی سے عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور بالواسطہ ۲؎۔ اس معنی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ استدلال اور عقیدہ و عمل کیسا ہے۔ بینوا توجروا ؟

(صاحبِ اعتراض ص ۳۳۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب سوالِ اول۔ ظاہراً سجدۂ تعظیمی سے مراد سجدۂ تحیۃ ہے۔ اس صورت میں اس تقسیم میں گفتگو نہیں ہے۔ البتہ کلام اس میں ہے کہ سجدۂ تحیۃ غیر اللہ کے لئے جائز ہے یا نہیں۔ سو زید مدعیٔ جواز کی اس جواز سے کیا مراد ہے آیا شرائع سابقہ میں جائز ہونے کا دعویٰ ہے یا شریعتِ محمدیہ میں۔ اگر شرائع سابقہ میں جائز ہونے کا دعویٰ ہے تو اول تو خود اسی میں کلام ہے اور قصہ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت

یوسف علیہ السلام میں جو لفظِ سجود آیا ہے اس میں احتمال ہے کہ محض جھکنا مراد ہو چنانچہ بہت سے مفسرین مثل جلال سیوطی و جلال محلی وغیرہما اس طرف گئے ہیں اور اگر شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمارے لئے بھی جائز ہو کیونکہ شرائع سابقہ کے بہت سے احکام منسوخ ہو چکے ہیں جیسا حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی بہن کا نکاح درست تھا اور اب حرام ہے۔ علیٰ ہذا بہت سے امور اس قسم کے ہیں بلکہ خود ہماری شریعت میں بعض امور اولاً جائز تھے، پھر حرام ہو گئے۔ جیسا شراب کا پینا کہ پہلے حلال تھا پھر حرام ہو گیا۔ بہرحال شرائع سابقہ میں جائز ہونے سے ہماری شریعت میں جائز ہونا لازم نہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ شریعت محمدیہ میں جائز ہے تو اس پر دلیل لانا ضروری ہے۔ سو تمام قرآن و حدیث میں ایسی دلیل کا پتہ نہیں اور اگر کہا جائے کہ شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا جب ہماری شریعت میں بیان کیا گیا تو گویا ہماری شریعت نے بھی اس کو قائم رکھا۔ چنانچہ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے۔ جب کہ ہماری شریعت میں اس پر انکار نہ کیا گیا ہو اور اس کو ممنوع نہ قرار دیا ہو ورنہ پھر جوازِ سابق یقیناً منسوخ ہو گا۔ اس لئے اس مسئلہ میں ہماری شریعت میں جو وارد ہوا ہے اس کو نقل کرتا ہوں۔ مشکوٰۃ میں ابو داؤد سے نقل کیا ہے۔ عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرة فرأیتہم یسجدون لمرزبان لہم فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق ان یسجد لہ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت انی اتیت الحیرة فرأیتہم یسجدون لمرزبان لہم فانت احق ان یسجد لک فقال لی ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ فقلت لا فقال لا تفعلوا لو کنت امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت

الناس ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من حق۔ جس کا

ترجمہ یہ ہے کہ حضرت قیس بن سعد صحابی فرماتے ہیں کہ میں مقام حیرہ پہنچا تو ان لوگوں کو

دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم

تو زیادہ تر سجدے کے مستحق ہیں۔ اس لیے میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض

کیا کہ میں حیرہ گیا تھا اور میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ

زیادہ تر سجدے کے مستحق ہیں، آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میری

قبر پر تمہارا گذر ہو تو کیا اس کو بھی سجدہ کروگے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں اس کو تو سجدہ نہ

کروں گا آپؐ نے فرمایا کہ ایسا کام مت کرو (یعنی مجھ کو سجدہ مت کرو)، اگر میں کسی کو امر کرتا کہ کسی

کے سامنے سجدہ کرے تو عورتوں کو امر کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ بوجہ اس حق کے

جو اُن پر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے

اب اس حدیث میں ذرا غور فرمایئے کہ صحابی نے جس سجدے کی اجازت چاہی

تھی وہ سجدۂ عبادت تھا یا سجدۂ تحیہ۔ اگر سجدۂ عبادت کہا جائے تب تو ظاہر ہے کہ شرک

ہے اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابی نے شرک کرنے کی اجازت چاہی سو صحابہ کا تو بڑا

رتبہ ہے جس کو ذرا بھی عقل اور دین ہو اس کو شرک کے جواز کا احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ کفر

اور شرک عقلاً بھی قبیح (بُرا) بالذات ہے اور قبیح بالذات کا قبح منسوخ بھی نہیں ہو سکتا

تو صحابی پر کب احتمال ہے کہ انہوں نے اس کو قابل جواز سمجھا ہو۔ جب جواز کے قابل نہیں

تو اجازت مانگنا کب ممکن ہے کیونکہ اجازت تو اسی کی مانگی جاتی ہے جس میں جائز ہونے

کا احتمال ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ جس سجدہ کی اجازت چاہی تعبدی نہ تھا بلکہ سجدہ

تحیہ تھا۔ سو اب دیکھ لینا چاہیئے کہ اس سجدۂ تحیہ کے اجازت چاہنے پر حضورؐ نے اجازت

دی یا ممانعت فرمائی سو لا تفعلوا صیغہ نہی کا نص ہے باب تحریم میں۔ پس صاف معلوم ہوا کہ یہ سجدۂ تحیۃ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اب شرائع سابقہ کی حکایت جواز کے لیئے حجت کافی نہ ہوئی۔ یہ گفتگو تو زندہ بزرگ کو سجدہ کرنے کے باب میں تھی جس کا حرام ہونا اس حدیث سے ثابت ہوا ہے اور قبر کے سامنے تو سجدہ کرنا حدیث کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی زیادہ حرام ہے، حتیٰ کہ وہی صحابیؓ جو حضورؐ کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں جب آپؐ نے ان سے پوچھا کہ کیا میری قبر کو بھی سجدہ کرو گے تو انہوں نے معاعرض کیا کہ نہیں قبر کو تو نہ کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو سجدہ کرنا اس قدر مذموم و قبیح ہے کہ اس میں ان کو تردد نہیں ہوا صرف سجدہ بحالتِ زندگی میں اشتباہ تھا جو رفع کر دیا گیا اس سے واضح ہو گیا کہ قبر کو سجدہ کرنا زندہ بزرگ کو سجدہ کرنے سے بھی زیادہ مذموم ہے، جب حدیث سے زندہ کو سجدہ کرنا ممنوع ٹھہرا تو قبر کو سجدہ کرنا بدرجۂ اولیٰ اس سے زیادہ حرام ہو گا۔ اور یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں گفتگو تھی جس میں آپ نہایت قوی حیاتِ برزخیہ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں حیات حضرات انبیاء علیہم السلام خود اہلِ حق کا عقیدہ ہے اور موت ان کی صرف ظاہری اور ضعیف درجہ کی ہے، جب اس موت ضعیف کے طاری ہونے سے کہ حیات سے زیادہ بُعد نہیں ہوا اُن کی قبور کو سجدہ کرنا حرام بلکہ زیادہ حرام تھا جیسا ابھی بیان ہوا تو اوروں پر موت قوی طاری ہونے سے کہ حیات سے بہت زیادہ بُعد ہو جاتا ہے، ان کی قبور کو سجدہ کرنا زیادہ سے بھی زیادہ حرام ہو گا یہ تو مسئلہ کا ثبوت تھا حدیث سے جو مدعی اجتہاد اور تارک تقلید پر بھی حجت ہے اور جو شخص ائمہ کا مقلد اپنے کو کہتا ہو اس کے لیئے فتویٰ فقہاء کا بھی دلیل ہے اس لیئے اس کو بھی نقل کرتا ہوں۔ درمختار میں ہے:-

ولکن اما یفعلونہ من تقبیل	اور اسی طرح جو لوگ زمین بوسی کرتے ہیں علماء
الارض بین یدی العلماء	اور سرداروں کے سامنے یہ حرام ہے اور کرنے
والعظماء فحرام والفاعل و	والا اور راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہوتے
الراضی بہ آثمان لانہ یشبہ	ہیں کیونکہ یہ عبادت بت کے مشابہ ہے اور آیا وہ
عبادۃ الوثن وھل یکفر ان	کافر ہو جائے گا یا نہیں سو اگر بطریق عبادت اور
علی وجہ العبادۃ والتعظیم	تعظیم ہو تب تو وہ کافر ہو جاوے گا اور اگر بطور
کفر وان علی وجہ التحیۃ	تحیۃ وسلام کے ہو تو کافر تو نہ ہوگا گنہگار مرتکب
لا وصار آثما مرتکبا لکبیرۃ	گناہ کبیرہ کا ہوگا۔

جب زمین بوسی کو صرف مشابہت عبادت کی وجہ سے حرام کہا تو وہ سجدہ جس میں ہیئت (صورت) عبادت کی زیادہ ہے کیونکر حرام نہ ہوگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس روایت میں عبادت اور تعظیم کا ایک حکم بیان کیا ہے کہ اس طور سے سجدہ کرنا کفر ہے، پس زید کی تقسیم میں اگر تعظیم بمعنی تحیۃ نہ لیا جاوے جیسا ہم نے اس کی خاطر سے تاویل کر دی تو سرے سے یہ تقسیم ہی درست نہ ہوگی بلکہ بوجہ اتحاد تعظیم وتعبد کے سجدۂ تعظیم کفر قرار پائے گا اور اگر باوجود دلائل حرمت قائم ہو جانے کے صرف نیت وقصد تحیت کو موجب جواز کہا جاوے تو چاہیئے کہ سب عبادات میں اسی طرح کی تقسیم کر کے غیر اللہ کے لیئے جائز کہدیا جائے نماز کی بھی دو قسمیں ہو جاویں گی ایک بطور تعبد، دوسری بطور تحیۃ اول کو غیر اللہ کے لیئے حرام، ثانی کو جائز کہا جاوے اسی طرح روزہ اور حج اور جمیع عبادات کیونکہ سجدہ اور تمام عبادات اس امر میں متساوی الاقدام ہیں کیا کسی کو یہ جرأت ہوگی کہ نماز روزہ سب کو غیر اللہ کے لیئے جائز کہدے اور اگر کسی صالح سے ایسا قول یا فعل کہیں منقول

ہو تو اول تو تصحیح روایت کی حسب ضابطہ روایت کے ضروری ہے کیونکہ بعض باتیں بے اصل مشہور ہو جاتی ہیں۔ ثانیاً یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل سے شریعت کو بدل دیں بلکہ شریعت کے احکام اپنے حال پر رہیں گے جس ظن کے مقتضا سے خود ان بزرگ کے قول و فعل میں غلبۂ حال یا خطاء اجتہادی کی تاویل کریں گے۔ ثالثاً عوام الناس تحیۃ و تعبد میں فرق کی تمیز بھی نہیں رکھتے اور مسلمات میں سے ہے کہ ذریعہ حرام کا حرام ہوتا ہے اس لئے

ع کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

(ترجمہ نیک لوگوں کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہیئے)

فقط ھذا ھو الحق وما ذا بعد الحق الا الضلال فقط۔

جواب سوال دوم۔ حدیث میں ہے الطواف حول البیت مثل الصلوٰۃ رواہ الترمذی والنسائی والدارمی۔ طواف خانہ کعبہ کا مثل نماز کے ہے اور ظاہر ہے کہ تشبیہ میں مشبہ بہ کا اشہر (بہت مشہور) اوصاف (وصف کی جمع) ملحوظ ہوتا ہے اور اسی کے اعتبار سے تشبیہ ہوا کرتی ہے جیسا اہل علم پر ظاہر ہے اور نماز کا اشہر وصف اس کا عبادت ہونا ہے پس تشبیہ اسی وصف کے اعتبار سے ہوگی پس مدلول حدیث کا یہ ہے کہ جس طرح نماز عبادت ہے اسی طرح طواف بھی عبادت ہے اور عبادت کا غیر اللہ کے لئے حرام بلکہ کفر ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور بہ نسبت زندہ کے مردہ کے ساتھ ایسے معاملات کا زائد تر حرام ہونا اوپر ثابت ہو چکا۔ پس واضح ہوا کہ طواف غیر بیت اللہ مطلقاً حرام اور طواف قبور اور زیادہ حرام۔ اب فتویٰ علماء کا دیکھیے

فی اللطائف الرشیدیۃ عن شرح المناسک لعلی القاریؒ

ولا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء

یعنی طواف نہ کرے روضۂ منورہ کے گرد کیونکہ طواف خصوصیات کعبہ شریف سے ہے پس حرام ہے گرد قبور انبیاء اور اولیاء کے۔

اور جب حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم وحضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور شریفہ کا طواف ممنوع ہے جن کی حیات برزخیہ بہ نسبت حضرات اولیاء کے قوی تر ہے تو دوسرے اولیاء کی قبور کا طواف تو زیادہ تر ممنوع ہوگا پس اس بناء پر طواف غیراللہ مطلقاً حرام اور قبور انبیاء کا زیادہ حرام اور قبور اولیاء کا زیادہ سے زیادہ حرام جیسا جواب سوال اوّل میں اس کی تقریر مفصل مرقوم (لکھی جاچکی) ہوچکی ہے۔ رہ گیا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا ارشاد سو اس میں کچھ حجت نہیں کیونکہ یہ طواف اصطلاحی نہیں ہے جو تعظیم وتقرب کے لئے کیا جاتا ہے اور جس کی ممانعت نصوص شرعیہ سے ثابت ہے بلکہ طواف لغوی ہے یعنی محض اس کے گرد پھرنا صاحب قبر کے ساتھ روحی مناسبت پیدا کرنے کے واسطے اور تعظیم وتقرب کے قصد کے بغیر فیض حاصل کرنے کے لئے اور وہ؟ بھی عوام کے لئے نہیں جن کو فرق مراتب کی تمیز نہیں بلکہ اہل نسبت کے لئے جو جامع ہوں درمیان شریعت وطریقت کے اس کی نظیر حضرت جابر رضؓ کے قصہ میں وارد ہوتی ہے کہ جب ان کے والد مقروض ہوکر وفات فرماگئے اور قرض خواہوں نے حضرت جابر رضؓ کو تنگ کیا، اور انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ باغ میں تشریف لاکر رعایت کرادیجئے اور حضورؐ باغ میں رونق افروز ہوئے اور چھواروں کے انبار لگواکر بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے۔ حدیث کے یہ الفاظ ہیں طاف حول اعظمھا

بین ارثہ جلس علیہ رواہ البخاری (آپؐ اس ڈھیر کے ارد گرد پھرے پھر اس پر بیٹھ گئے) ۔ پھر آپؐ اس ڈھیر پر بیٹھ گئے اس میں ایسی برکت ہوئی کہ سب کا قرض ادا ہو گیا اور پھر بھی بہت کچھ بچ گیا ۔ غرض اس قصہ میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ حضورؐ کا اس کے گرد پھرنا کوئی طواف اصطلاحی نہ تھا اس ڈھیر کی تعظیم آپؐ کو مقصود نہ تھی بلکہ اس میں اثر پہنچانے کے لئے اس کے چاروں طرف پھر گئے اسی طرح کشف القبور کے عمل میں جو طواف ذکر کیا ہے وہ بھی تعظیم کے لئے نہیں جیسا عوام الناس بلکہ بعض خواص کالعوام کرتے ہیں محض اثر لینے کے لئے اس کے چاروں طرف پھرے پس کجا (کہاں) طواف اصطلاحی جس کا دعویٰ جواز زید کرتا ہے اور کجا یہ طواف لغوی جو حجت پیش کرتا ہے یہ تو ایسی بات ہے کہ قرآن مجید میں لفظ فما استمتعتم سے جس کے معنیٰ لغوی مقصود ہیں متعۂ اصطلاحی کو جائز کہنے لگے ۔ جیسا کہ اہل زیغ (گمراہ لوگ اس سے شیعہ مراد ہیں) نے کیا ہے یا قرآن مجید میں غلام کو عبد کہا گیا ہے محض اس لفظ کو دیکھ کر اس کے معنیٰ عابد کے لے کر اس کے مالک کو معبود قرار دینے لگے اور شرک کے جواز کا دعویٰ کر بیٹھے ۔ حاصل یہ کہ محض اشتراک لفظی سے بلا دلیل کسی معنیٰ کا مراد لے لینا اور اس پر اصرار کرنا محض مغالطہ ہے اور بالفرض والتقدیر طواف اصطلاحی ہی مراد ہو جو کہ بدلیل شرعی ممنوع ہے تب بھی کچھ حجت نہیں اس لئے کہ اس عبارت میں کہیں جواز کا نام تک بھی نہیں صرف کشفِ قبور کا ایک طریقہ بتلا رہے ہیں کہ اس طرح کشفِ قبور ہو جاتا ہے ۔ خواہ وہ طریقہ جائز ہو یا ناجائز اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ طریقِ ناجائز سے کشف کب ہو سکتا ہے ، سو یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو شریعت وطریقت ہر دو علم سے ناواقف ہو ، ورنہ علماء ظاہر و باطن کے مسلمات سے ہے

کہ کشف و خوارق اہلِ باطل سے بھی حتیٰ کہ کفار سے بھی صادر ہونا ممکن ہے چنانچہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔

سئل ابویزید عن طی الارض فقال لیس بشئ فان ابلیس یقطع من المشرق الی المغرب فی لحظة واحدة وما ھو عند اللہ بمکان و سئل عن اخراق الھواء فقال ان الطیر یخرق الھواء الخ؛

ابویزید رح سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت، آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی چیز کمال کی نہیں۔ دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں۔ اور ہوا چیر کر اڑنے کی نسبت پوچھا گیا آپ نے فرمایا پرندہ بھی اڑتا ہے۔

غرض مقصود طریق بتلانا ہے گو وہ ناجائز ہو۔ اس کی نظیر خود حضرت شاہ صاحب ممدوح کے کلام میں موجود ہے قول الجمیل میں۔ کشف وقائع کے طریق میں تحریر فرماتے ہیں۔

ویضع مصحفاً مفتوحاً علی یمینہ ومصحفاً مفتوحاً علی یسارہ ومصحفاً کذلک بین یدیہ ومصحفاً کذلک الخ۔

یعنی ایک قرآن کھلا ہوا اپنی داہنی طرف رکھے اور ایک بائیں طرف رکھے اور ایک روبرو رکھے اور ایک پیچھے رکھے

تو اب چاہیئے کہ قرآن کا پشت کی طرف رکھنا بھی خلافِ ادب نہ ہو حالانکہ خود ہی شاہ صاحب اس طریق کا ناپسند اور خلاف ادب ہونا تحریر فرماتے ہیں

وفی قلبی منہ شیء کذا فیہ من اساءۃ الادب بالمصحف

یعنی میرے دل میں اس طریق سے خلجان ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی بے ادبی ہے۔

اور باوجود اس طریق کے مذموم ہونے کے پھر بھی اس کی خاصیت کشف دقائق[1] بتلائی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی عمل کی کوئی خاصیت بیان کرنا دلیل اس کے جواز کی نہیں، اگر کہا جائے کہ بلا انکار نقل کرنا دلیل جواز ہے اور مع الانکار دلیل جواز نہیں سو عمل مصحف میں چونکہ نقل کر کے انکار بھی فرمادیا ہے اس لیئے اس کو جائز نہ کہا جاوے گا اور طواف میں بلا انکار نقل فرمایا ہے اس لئے اس کو جائز کہا جائے گا۔ اس لئے جاننا چاہیئے کہ اول تو غیر شارع علیہ السلام کا سکوت حجت نہیں، علاوہ اس کے یہ کہنا غلط ہے کہ شاہ صاحب نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

بعض احباب نے رسالہ تحفۃ الموحدین تصنیف حضرت شاہ صاحب بیان اشراک فی العبادات ص۱۷ سے نقل کیا ہے:۔

"ارکانِ حج کہ اعظم عبادات است اگر بجائے دیگر ادا نماید کفر است صریح، باید کہ گرد قبرے یا خانۂ سوائے کعبہ نگردند کہ می فرماید وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ"۔

ترجمہ: حج بڑی عبادتوں میں سے ایک عبادت ہے لیکن اگر اس کے ارکان کی ادائیگی غلط جگہ پر کی جائے تو کفر ہے۔ خانہ کعبہ کے علاوہ کسی قبر یا گھر کا طواف

---

[1] باریک باتیں۔

نہ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے فرمایا ولیطوفوا بالبیت العتیق (اور چاہیے کہ بیت اللہ کا طواف کرد)

رہا یہ کہ جس جگہ عمل نقل کیا جاوے وہاں ہی انکار ہو یہ کوئی ضروری نہیں خود قرآن مجید میں بہت جگہ کفار کے اقوال وعقائد نقل کیے ہیں اور دوسری آیات میں انکار فرمادیا گیا ہے۔ رہا سجدہ اور بوسہ۔ اول تو اس عبارت میں اس کا پتہ نہیں، سجدہ کے معنی ہیں "پیشانی نہادن بر زمین"[۱] اور بوسہ کے معنی ہیں "لب نہادن[۲] بر چیزے اور "رخسارہ[۳] نہادن"، کسی کے بھی معنی نہیں، قطع نظر اس سے تقریر مذکور میں اس کا بھی جواب ہو گیا کہ بیان خاصیت دلیل جواز نہیں فافہم ولاتزل واللہ اعلم۔ فقط

جواب سوال سوم ۔ مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بناء پر لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ[۴] اور ولو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اُس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہو گا قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں عبدی و امتی و ربی کہنے سے نہی وارد ہے

[۱] پیشانی زمین پر رکھنا [۲] ہونٹ کسی چیز پر رکھنا [۳] رخسار رکھنا [۴] اللہ کے علاوہ آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا علم کسی کو نہیں۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور اگر ایسی
تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہما بتاویل اسناد
الی السبب کے بھی اطلاق کرنا نا جائز ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے
سبب ہیں بلکہ خدا بمعنیٰ مالک اور معبود بمعنیٰ مطاع کہنا بھی درست ہوگا اور جس طرح
آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویلِ خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے
اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بالمعنی الثانی
بواسطہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں۔ پس اگر اپنے ذہن میں معنیٔ ثانی کو حاضر کرکے
کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ
عالم الغیب نہیں (نعوذ باللہ منہ) تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل
متدین اجازت دینا گوارا کرسکتا ہے؟ اس بنا پر تو بانوا فقیروں کی تمام تر بے ہودہ
صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہوں گی تو شریعت کیا ہوئی بچوں کا کھیل ہوا کہ جب
چاہا بنا لیا جب چاہا مٹا دیا۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا
جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد
بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا
تخصیص ہے، ایسا علمِ غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ
جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا
علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب
کہا جائے۔ پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہونگا
تو پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان

کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبویہ سے کب ہو سکتا ہے۔ اور التزام نہ کیا
جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور رہے اور اگر تمام علوم غیب
مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیلِ
نقلی و عقلی سے ثابت ہے دلائل نقلیہ بے شمار ہیں خود قرآن مجید میں آپ
سے نفی کرنا علم غیب کی آیت وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ
الْخَيْرِ ط میں اور نفی کرنا آپ سے علم تعیین قیامت کی اور بہت سے علوم
کی نفی صاف صاف مذکور ہے۔ احادیث میں ہزاروں واقعات آپ
کے کتب و رسائل روانہ فرمانے کے مخبروں اور جاسوسوں سے اخبارِ
غائبہ (پوشیدہ خبریں) دریافت فرمانے کے مذکور ہیں۔ اگر یہ کہا جائے
کہ عُلومِ غیب تو آپ کو سب حاصل ہیں مگر استحضار اُن کا آپ کی توجہ پر
موقوف ہے، چونکہ بعض امور میں توجہ تام (پوری توجہ) نہ فرماتے تھے اس
لئے بعض واقعات حاضر نہ ہوتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ بہت
سے امور میں آپ کا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا بلکہ فکر و پریشانی میں واقع
ہونا اور باوجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے۔

قصۂ افک میں آپ کی تفتیش و استکشاف بابلغ وجوہ صحاح میں
مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا۔ بعد ایک ماہ کے وحی
کے ذریعہ سے اطمینان ہوا۔ دلیلِ عقلی یہ کہ علوم غیر متناہی ہیں اور غیر متناہیہ
کا اجتماع محال ہونا ثابت و مقرر ہو چکا ہے اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ
واقع ہو جیسا مشکوٰۃ میں دارمی کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

مذکور ہے :-

فتجلت لی مافی السمٰوات والارض۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ مجھ پر کھول دیا گیا۔

یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں عموم واستغراق حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اوپر دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم واستغراق اضافی مراد ہے یعنی باعتبار بعض عالم کے کہ وہ علوم ضروریہ متعلقہ بہ نبوت ہیں عموم فرمایا گیا، پس اُس کا مقتضیٰ صرف اس قدر ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو تمام علم حاصل ہو گئے تھے، الفاظ عموم کا عموم اضافی میں مستعمل ہونا محاورات جمیع السنہ (زبانیں) میں بلانکیر جاری ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور، بلقیس کی نسبت فرمایا گیا ہے

واوتیت من کل شیء یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں۔

یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانہ کی ریل اور تار، برقی لیمپ، گیس اور فوٹو وغیرہ ہرگز نہ تھے۔ وہاں بھی اشیائے ضروریۂ لازمۂ سلطنت کا عموم مراد ہے پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں۔ جو مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سرتاسر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے ہرگز ان کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں۔ زید کو چاہیئے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے ومن اللہ التوفیق والھدایۃ ومنہ البدایۃ والیہ النھایۃ فقط۔

کتبہ الاحقر محمد اشرف علی عفی عنہ

۸ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسط البنان

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اہل ہوا و ہوس کے شہرت حاصل کرنے کے لیئے کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کرنے کا ہمیشہ سے دستور چلا آتا ہے ایسے لوگوں سے جب کچھ بن نہیں پڑتا تو اچھوں کو برا کہنا اپنا پیشہ کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ہمارا نام ہو گا۔ چنانچہ بریلی کے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو مصداق اس شعر کے ہیں ؎

اگر دجال بر روئے زمین ست ؛ ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

ترجمہ اگر سطح زمین پر کوئی دجال ہے تو وہ یہی ہے یہی ہے یہی ہے

حضرات علمائے دیوبند و دہلی کو کافر کہنا شروع کیا اور ان حضرات کو مخاطب کر کے مجادلہ کے اشتہارات چھاپے، ان بزرگوں نے فضول سمجھکر ان کی طرف التفات نہ کیا، بلکہ ایک دفعہ جب بریلی میں ایسے اشتہارات کے جواب لکھنے پر ان سے اصرار کیا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر پیچھا چھوڑایا کہ "آپ جیتے اور ہم ہارے"، فی الواقع یہ بہت عمدہ جواب تھا جو دیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ بزرگوں کا قول ہے ع جواب جاہلاں باشد خموشی۔

(ترجمہ: جاہلوں کا جواب خاموشی ہے)

لیکن اس سے بعض حضرات کو یہ دھوکا ہوا کہ وہ بزرگ حقیقت میں جواب سے عاجز ہیں اس دھوکہ کے دور کرنے کے لئے مولوی مرتضی حسن

صاحب نے خاں صاحب کی اکثر کتابوں کا نہایت قابلیت سے جواب لکھا جس کا جواب الجواب آج تک خاں صاحب اور اُن کی ذریات سے نہ ہو سکا البتہ شرم مٹانے کے لئے اتنا کہا گیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی جن کی ہار جیت علماء دیوبند کی ہار جیت ہوگی ہم سے مناظرہ کریں یا ہماری تحریروں کا جواب دیں۔ مولوی مرتضیٰ حسن ہمارے مخاطب نہیں۔ اگرچہ حق آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو چکا تھا اور ہرگز ہرگز ایسی واہی تباہی باتوں کی طرف علماء حقانی کو توجہ کی ضرورت نہ تھی تاہم اتمام حجت کی غرض سے مولانا تھانوی تقریر و تحریر پر آمادہ ہوئے۔ بلند شہر میں مناظرہ ٹھہرا۔ مولانا تھانوی رح نے خاں صاحب کے پاس اپنی دستخطی تحریر بھیجدی کہ میں آپ سے مناظرہ کے لئے تیار ہوں اگر آپ کو منظور ہو تو مطلع فرمایئے۔

دجال نے بجائے یہ لکھنے کے کہ میں بھی مناظرہ کے لئے مستعد ہوں ایک بے سروپا خط مسمی بہ ابحاث دھر گھسیٹا۔ چونکہ یہ خط مولانا کی تحریر کا جواب نہ تھا اس لئے خود اہل بلند شہر نے تھانہ بھون بھیجنے سے انکار کیا جیسا کہ اس کی مفصل کیفیت رسالہ قاصمۃ الظہر فی بلند شہر میں مرقوم ہے اس کے بعد مراد آباد میں مناظرہ ٹھہرا (راقم الحروف اس زمانہ میں مراد آباد موجود تھا) یہاں خاں صاحب نے یہ چالاکی کی کہ پولیس والوں سے کہدیا کہ اہل دیوبند فساد کرانے آئے ہیں اس وجہ سے پولیس نے یہ مناظرہ حکماً روک دیا۔ جب مولانا نے خاں صاحب کی یہ کیفیت دیکھی تو یقین ہو گیا کہ وہ ہرگز مناظرہ نہ کریں گے۔ اور محض اتمام حجت کے لئے یہ رسالہ بسط البنان تحریر فرمایا۔

باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلیاً ومسلماً

بخدمتِ اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ محمد اشرف علی صاحب مدت فیوضکم العالیہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب (بریلوی) یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے "حفظ الایمان" میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے، اس لئے امورِ ذیل دریافت طلب ہیں:۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریقِ لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے۔؟

(۳) آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے، نہ آپ کا مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اُسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ بینوا توجروا۔ بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفاعنہ

الجواب

مشفق مکرم سلمہم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں

(۱) میں نے یہ خبیث[1] مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے

---

[1] یعنی غیب کی باتوں کا علم الخ ۱۲ م

قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کرونگا

(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا۔

اب آخر میں اس جواب کی تتمیم کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کردوں جس کی بناء پر مجھ پر تہمت لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ۔ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم کہنا جائز نہیں اور اس دعوے پر دو دلیلیں قائم کی ہیں وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے شروع ہوئی ہے "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر" مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا یعنی محض اس بناء پر کہ آپ کو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں آپ کو عالم الغیب کہنا اگر صحیح ہو تو اس سے اگر کل غیر متناہیہ مراد ہوں تو وہ عقلاً ونقلاً محال ہے اور اگر بعض علوم مراد ہوں گو وہ ایک ہی چیز کا علم ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

؎ یعنی غیب کی باتوں کا علم الخ ۱۲

کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید عمرو وغیرہ کے لئے بھی حاصل ہے تو لفظ "ایسا"
کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے الخ نعوذ باللہ
منہا بلکہ مراد اس لفظ "ایسا" سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض علم گو
وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا کہ بعض
سے مراد عام ہے اور عبارت آئندہ بھی اس کی دلیل ہے وھو قولہ کیونکہ ہر شخص کو
کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے پس اگر زید ہر مخفی
ادنیٰ چیز کے علم حاصل ہونے کو بھی عالم الغیب کے اطلاق صحیح ہونے کا سبب بتلاتا ہے
تو زید کو چاہیئے کہ ان سب کو عالم الغیب کہا کرے کیونکہ ان کو بھی بعض مخفی چیزیں معلوم ہیں۔
خود اس عبارت میں سرسری نظر کرنے سے مطلب واضح ہو رہا ہے پھر اس عبارت
سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری
ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے اتصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم
عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہے۔ اسے کیا وہ نعوذ باللہ زید وعمرو وصبی ومجنون و
حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم سے بتلا دے گا، کیا زید وعمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں
یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء وملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ اس تقریر
سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ عبارت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مشابہ
معاذ اللہ علم زید وعمرو وغیرہ کو نہیں کیا گیا اور لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا۔ بلغاء
اہل زبان اپنے محاوراتِ فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے مثلاً تو کیا یہاں
خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے
ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم

ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے، چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک و مشابہ ہو جائیں گے حالانکہ آپ کی صفات کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک و مشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق باطل ہوئی۔ اور اگر بزعم معترض تشبیہ کے لئے بھی ہو تب بھی علم زید وعمرو وغیرہ کو علمِ رسولؐ سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض علوم سے جس کا ذکر اوپر ہے بلکہ بفرض محال اگر علمِ رسولؐ سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح مطلق بعض غیوب (غیب کی باتیں) کا حصول آپ کے لئے علت ہو گئی اطلاق عالم الغیب کے لئے اسی طرح مطلق بعض غیوب کا حصول دوسروں کے لئے علت ہو جائے گی اطلاق عالم الغیب کے لئے اگرچہ یہ دونوں بعض متغائر ہوں ایسی تشبیہ میں بعض الوجوہ تو نص قرآنی میں موجود ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۝ اول میں مقبول کی ایک حالت کو غیر مقبول کی ایک حالت سے اور دوسرے میں غیر مقبول کی ایک حالت کو مقبول کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے، البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہِ تفاوت و تفاضل کو بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ہے لیکن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا قرآن مجید میں مِّثْلُكُمْ کے بعد يُوْحٰۤى اِلَیَّ ہے اور تَاْلَمُوْنَ کے بعد وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ہے اور جیسا کہ تقریر مذکور میں کہ کلام متلاصق و متناصق ہے آپ کا جامع علوم از ہمہ نبوت ہونا مصرح ہے یا طرزِ بیان تفاوت پر دال ہو پھر کیا قباحت ہے اور جب کہ

تشبیہ ہی نہ ہو تب تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں اور ایک شق یہاں اور محتمل تھی کہ آپ
کو عالم الغیب تو کہیں مگر نہ تو تمام غیر متناہی علوم کی بناء پر اور نہ مطلق بعض علوم کی
بناء پر تا کہ اشتراک لازم آوے بلکہ بناء پر علوم وافرہ عظیمہ کے جو دوسروں کو
حاصل نہیں تو یہ شق یہاں صراحۃً مذکور نہیں مگر اس کی طرف بھی مع جواب کے اس
قول میں اشارہ کر دیا ہے کہ اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان
کرنا ضروری ہے۔ یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہنے اور دوسروں کو عالم الغیب نہ کہنے
کا التزام کیا جاوے مثلاً اسی کو اصطلاح قرار دیا جائے کہ علوم کثیرہ شریفہ کے
عالم کو عالم الغیب کہا جاوے اور علوم قلیلہ خسیسہ کے عالم کو عالم الغیب نہ کہا جاوے
تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضرور ہے۔ یعنی یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ
عالم کو علوم شریفہ کثیرہ پر غیر شریفہ شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت
دی ہے پس جو شق مصرحًا موجود ہے جس میں وہ عبارت متنازع فیہا ہے۔ اس میں
بعض علوم سے مراد مطلق بعض ہے قطع نظر شریفہ وقلیلہ وکبیرہ سے پس وہاں
وہ ہی شخص مخاطب ہے جو مطلق بعض علوم کے حصول کو سبب بناتا ہے عالم الغیب
کے صحت اطلاق کا، اور ظاہر ہے کہ اس شخص پر وہ محذور قطعاً لازم ہے جو وہاں
لازم کیا گیا ہے اور جو شق اشارۃً مذکور ہے وہاں وہ شخص مخاطب ہوگا جو بعض
خاص علوم کو سبب بنائے۔ عالم الغیب کی صحت اطلاق کا اور اس شق مذکور
اشارۃً پر خود وہ محذور ہی نہیں لازم کیا جو کہ شق مصرحہ پر ہے تا کہ اس بحث
کی گنجائش ہو کہ علوم شریفہ کثیرہ کی بناء پر اطلاق کرنا عالم الغیب کا مستلزم نہیں

لہ صراحت کی گئی۔

علوم خمسہ کے بنا پر عالم الغیب کے اطلاق کرنے کو بلکہ اس شق مذکور اشارۃً پر مخدور ہی دوسرا ہے جو ابھی بیان ہوا کہ شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضرور ہے خوب سمجھ لیا جائے اور جاننا چاہیئے کہ مجیب[1] ہونے کی حیثیت سے ہمارے ذمہ اتنا بھی نہ تھا جتنا بیان کیا گیا صرف بعض شبہ پیدا کرنے والی چیزوں کے رفع کرنے کی غرض سے یہ زیادتی گوارا کی گئی، باقی اس سے زیادہ تو کسی درجہ میں بھی ہمارے ذمہ نہیں ہے مگر ہم تبرعاً تین[2] امر اس کے متعلق اور بیان کئے دیتے ہیں اول اصل مسئلہ کی دلیل سمعی قطع نظر اس سے کہ آپ کو عالم الغیب کہنا جائز ہے کہ نہیں جس کی بحث اوپر مذکور ہوئی کیونکہ سوال میں مقصود اصل مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے بلکہ عالم الغیب کے اطلاق کو پوچھا ہے اسی کا جواب دیا گیا ہے اب اصل مسئلہ لکھتا ہوں۔ قرآن مجید میں ہے کہ آپ فرما دیجئے وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا اسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم مستلزم ہے، دوام عافیت و عدم مس ضرر کو اور ظاہر ہے کہ عین وقت وفات تک مسّ ضرر رہا چنانچہ خود مرض بھی اس کا ایک فرد ہے پس عدم مسّ آخر عمر تک مرتفع رہا تو علم جمیع غیوب مذکورہ آخر عمر تک بھی منتفی ہوا۔ اگر کہا جائے کہ یہ منتفی علم بالذات ہے۔ جواب یہ ہے کہ جو تالی[3] اس مقدم پر مرتب کی گئی وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی کیونکہ استکثار خیر..... مس مطلق کے لوازم سے ہے نہ کہ علم بالذات کے لوازم سے یہ حکم بالکل بداہت عقل کے خلاف ہے کہ اگر آئندہ کا واقعہ خود منکشف ہو تو مسّ سوء نہ ہو اور جو خدا تعالیٰ کے بتلانے

---

[1] جواب دینے والا۔ [2] بعد میں آنے والا [3] پہلے آنے والا۔

سے منکشف ہو تو مرتبہ سہو ہو اور حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا:۔

إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ: آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئی باتیں ایجاد کیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر (بعد میں آنیوالا) ہے آپ پر بعض کونیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء کیونکہ بالعطاء کے بعد آپ اُن کو بلاتے، صریح اس اطلاع کے بعد سحقاً سحقاً فرمایا گیا گو ایسے دلائل بہت ہیں مگر ہم دو شواہد پر اکتفا کرتے ہیں۔ پس آیت و حدیث دونوں سے معلوم ہوا کہ آخر عمر تک بھی بعض کونیات آپ پر مخفی رہیں جن کا تعلق

لہ پوشیدہ نہ رہے کہ اس مقام پر یہ شبہ عائد ہوتا ہے کہ بعض آیات و احادیث و اقوال بزرگانِ دین سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا علم تھا۔ چنانچہ راقم نے مولانا کو یہ شبہ ایک عریضے میں تحریر کر کے جواب چاہا تھا جس کا مولانا نے حسب ذیل جواب دیا۔ (۸۶)

غایت فرمائے بندہ مولوی مقصود حسن صاحب السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس کا جواب خود حفظ الایمان میں کافی طور پر موجود ہے جو آپ جیسے فہیم کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اس عبارت کو پشت پر نقل کئے دیتا ہوں۔

نقل عبارت حفظ الایمان: "(۵) اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں اھ۔ اس پر اتنا اور اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب مذکور کی ضرورت ان عبارات میں ہے جو قواعد شرعیہ سے حجت ہیں رہا تی بر ۲۶

منصب نبوت سے نہ تھا پس ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا اور مخالف دعویٰ کہ آپ کو آخر عمر میں تمام واقعات الی یوم الآخرت میں سے کسی قسم کا علم مخفی نہ رہا تھا منتفی ہو گیا۔

رہا یہ کہ اس کا اعتقاد بطلان کے کس درجہ میں ہے سو مقام اس کی تفصیل کا متحمل نہیں، مجمل یہ ہے کہ اس اعتقاد کی صورتیں مختلف ہیں بعض درجۂ بدعت و معصیت میں ہیں جن میں انکار قطعی کا نہیں ہے۔ اور بعض درجہ کفر کا ہے جن میں انکار قطعی کا ہے۔ امر ثانی بعض اکابر ملّت مسلمہ علماء امت کے کلام سے اپنی عبارت کے مشابہ عبارتیں نقل کرتا ہوں کہ نظیر میں خاصۃ ہے دفع استبعاد کا شرح مواقف کے موقف سادس مرصد اول مقصد اول میں فلاسفہ کے جواب میں ہے قلنا[1] ما ذکرتم مردود بوجوہ اذ الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی اتفاقا منا ومنکم ولھذا قال سید الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب لا استکثرت من

(بقیہ حاشیہ ص۲۵) اور جو عبارات کہ حجت نہیں وہ نصوص نافیہ علم محیط کے ساتھ خود معارض ہیں کہ شرائط تعارض سے تساوی فی النبوت ہے پس جواب میں اتنا کافی ہے کہ راجح کے سامنے مرجوح ساقط و متروک ہے اور ادب یہ ہے کہ مرجوح میں تاویل مناسب کی جائے۔ سو اس کی ذمہ داری میں سب برابر ہیں صرف ہمارے ہی ذمہ نہیں۔ محمد اشرف علی از تھانہ بھون

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہٰذا) [1] ہم کہتے ہیں جو کچھ تم نے ذکر کیا وہ بعض اعتبار سے مردود ہے کیونکہ تمام غیب کی باتوں پر اطلاع نبی کے لئے ضروری نہیں اور اس میں ہم اور تم متفق ہیں اسی لئے سید الانبیاء (آں حضرتؐ) نے فرمایا ولو کنت اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر اور وما مسنی السوء اور بعض غیب کی باتوں پر مطلع ہو جانا ایک نبی ہی کی خصوصیت نہیں ہے۔

الخیر وما مسنی السوء والبعض ای الاطلاع علی البعض لایختص[1] بہ ای بالنبی۔ انصاف درکار ہے کیا لایختص کا وہی مفہوم نہیں جو عبارت حفظ الایمان کا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ میری دلیل کے مقدمات پر نقض کیا گیا کہ اس بنا پر چاہیئے کہ آپ کو عالم بھی نہ کہیں کیونکہ یہ مقدمات اس میں بھی جاری ہیں مگر مجھکو حیرت ہے کہ اتنا صریح فرق معترض کے خیال میں نہ آیا یہ نقض اس وقت واقع ہوتا ہے جبکہ آپ کو عالم مطلق بعض علوم کی بنا پر کہا جاتا۔ آپ کو تو عالم خاص علوم عظیمہ مختصہ کی بنا پر کہا جاتا ہے اور اس میں یہ مقدمات جاری نہیں ہوتے اور اگر

---

[1] اور اس عبارت سے بھی اصرح اور اشبہ مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمہ اللہ کی عبارت ذیل جو صہ۲۰ طبع استنبول و صہ۱۹۹ طبع مصر میں ہے:۔

فذہب الحکماء الی ان النبی من کان مختصًا بخواص ثلث الاولی ان یکون مطلعًا علی الغیب بصفاء جوہر نفسہ وشدۃ اتصالہ بالمبادی العالیہ من غیر سابقۃ کسب وتعلیم وتعلم الثانیۃ نحو بحیث الطبیعۃ الہیولی بصر بہا القابلۃ للصورۃ المفارقۃ الی ینزل الثالث ان یشاہد الملئکۃ علی صورۃ متخیلۃ ویسمع کلام اللہ تعالی بالوحی وقد اورد علی ہذا ایاہم ان اراد و بالاطلاع الاطلاع علی جمیع الغائبات فہو لیس بشرط فی کون الشخص نبیا بالاتفاق وان ارادوا بہ الاطلاع علی بعضہا فلا یکون ذلک خاصۃ النبی اذ ما من احد الا ویجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقۃ تعلیم وتعلم وایضًا النفوس البشریۃ بہا متحدۃ بالنوع فلا یختلف حقیقتہا بالصفاء والکدر ومہما جاز فبعض جاز ان تکون لبعض آخر فیکون الاطلاع خاصۃ للنبی ۱۲ منہ۔

یہی جواب عالم الغیب کے اطلاق کا دیا جائے تو اس جواب کا بطلان اوپر شق مذکور اشارۃً میں گذر چکا ہے کہ یہ اطلاق عالم کا شرع میں وارد ہے اور عالم الغیب کا اس بناء پر اطلاق وارد نہیں فافترقا۔ دوسرے اگر اس جواب سے بھی قطع نظر کر لیا جائے تب بھی غایت مافی الباب ایک علمی سوال رہیگا جس کا اہل علم سے کچھ تعجب نہیں، اہل علم کی یہ سنت مستمرہ[1] ہے کہ علمی گفتگو کی جائے۔ افسوس تو جاہلانہ و سوقیانہ سب و شتم[2] اور رمی بالکفر اور کھینچ تان کر بہتان باندھنے کا ہے اور مقصود اس مقام پر اسی کا دفع کرنا ہے جو بحمد اللہ بوجہ احسن حاصل ہو گیا اور اس پر بھی زبان اور قلم کو روکنا پسند نہ ہوگا تو میں اس کا انتقام خدا کے سپرد کر کے وہی کہوں گا جو حق تعالیٰ نے ایسے جاہلانہ و معاندانہ جدال پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے کا حکم فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ[3] اِنْ جَادَلُوْکَ فَقُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ اور یہ کہوں گا۔ ع

باخدا[4] داریم کار و با خلائق کار نیست ۔ اس لئے اب تک میں نے ایسے لغویات کے جواب کی طرف التفات نہیں کیا۔ کیونکہ تجربہ سے اس پر کوئی معتد بہ نفع مرتب نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اضاعتِ وقت سمجھتا ہوں اب جو آپ نے طریقہ کے موافق پوچھا میں نے اپنے معلومات ظاہر کر دیئے اس سے یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ اب تک کیوں نہیں لکھا شاید اب رجوع کر لیا ہو سو وجہ نہ لکھنے کی یہی تھی کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا، باقی رجوع تو وہ ہے جو پہلے قول اور عقیدہ ہو اور اب اس کو ترک کر کے دوسرا عقیدہ اور قول اختیار کیا ہو

---

[1] دائمی۔ [2] بُرا بھلا۔ [3] اگر یہ آپ سے جھگڑتے ہیں تو ان سے کہدیجئے کہ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو، اللہ فیصلہ کریگا تمہارے درمیان قیامت کے دن ان چیزوں میں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ [4] ہم تو خدا سے سروکار رکھتے ہیں مخلوق کے ساتھ نہیں۔

بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپؐ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔[1]

اب میں اس تحریر کو ختم کرتا ہوں اور بلقب بسط البنان لکف اللسان من کاتب حفظ الایمان سے ملقب کرتا ہوں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ[2]۔ کتبہ اشرف علی شعبان ۱۳۲۹ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان

واقعہ تمہید یہ۔ ۱۷ صفر ۱۳۴۲ھ کو ایک خط حیدر آباد دکن سے جس کے کاتب کا عنوان از زمرہ مخلصین حیدر آباد دکن تھا اور ذریعہ جواب منگانے کا ایک معین مولوی صاحب تھے آیا اس میں حفظ الایمان کی ایک مشہور عبارت کے متعلق (جس پر مہربانوں کا اعتراض مشہور ہے) رائے دی تھی کہ اس کی ترمیم کر دی جائے اور مقتضیات ترمیم کا اجتماع اور موانع ترمیم کا ارتفاع ان جملوں میں ظاہر کیا تھا نمبر (۱) ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو علوم مجانین وبہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوء ادبی کو مشعر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کر لیا جائے نمبر (۲) جس میں مخلصین حامیین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دشواری ہوتی ہے نمبر (۳) وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت اور ہیئت عبارت کا بحالہ یا بالفاظہ باقی رکھنا ضروری ہو۔ نمبر (۴) یہ سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں اور نہ کسی سے کوئی طمع جاہ ومال جناب کو مطلوب ہے بجز اس کے کہ عام طور پر جناب کی کمال بے نفسی کا اعتراف

---

[1] مختصر بات یہ ہے کہ خدا کے بعد آپؐ ہی سب سے افضل ہیں ۱۲ر

[2] سلامتی ہے ان لوگوں کے لئے جو ہدایت کا اتباع کریں ۱۲ر

(تمام فتاوٰی رضویہ جلد ۲۸ ص ۱۲۸)

(صاعقۃ الرضا ص ۳۳ ۔ تمام فتاوٰی رضویہ جلد ۱۵ نمبر ۳۳)

ہو۔ اور حکیم الامۃ کی شان سے جو توقع تھی وہ پوری ہو سکے گی۔ اور اس مشورہ کے ساتھ ہی یہ سوال بھی تھے کہ (نمبر۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جزیہ محمدیہ زید و عمرو وغیرہ کے مماثل ہیں یا نہیں اور نمبر (۲) جو شخص اس مماثلت کا قائل ہو اس کا کیا حکم ہے۔ اور نمبر (۳) علوم غیبیہ جزیہ محمدیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں یا نہیں انتہی المکتوب ملخصاً چونکہ یہ مشورہ اور سوال سب کا مبنی تھا دلالت علی المماثلت پر اور وہ خود منفی ہے۔ اس لئے اس خط کے جواب میں مشورہ نیک پر شکر گذاری کے ساتھ اس دلالت کی تقریر دریافت کیگئی کہ اس کے بعد جواب کا استحقاق ہو سکتا ہے اس خط کو دیکھ کر چونکہ مشورہ نیک تھا گو بنا ضعیف تھی یہاں بعض دینی خیر خواہوں اور اسلامی مصلحت اندیشوں نے سوال کو بدل کر پیش کیا چونکہ اس میں جو بنا بیان کی گئی واقعی تھی اس لئے جواب میں اس مشورہ کو قبول کر لیا گیا بوجہ نافع عام ہونے کے وہ سوال و جواب ذیل میں مسئول ہے **سوال** حفظ الایمان کے سوال سوم کے جواب میں ایک شق میں یہ عبارت ہے، آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے الخ۔ اس عبارت پر بعض حضرات شبہ کرتے ہیں کہ اس میں نعوذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مماثل اور مشابہ ٹھہرا دیا علوم مجانین و بہائم کے اور یہ استخفاف ہے اور یہ استخفاف کفر ہے اور اس شبہ کا جواب رسالہ بسط البنان میں لکھا گیا ہے وہ بالکل کافی وافی جامع مانع اور اساس شبہ کا بالکلیہ قالع ہے جس کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معترضین کے شبہ کا منشاء دو امر کا مجموعہ ہے ایک یہ کہ عبارت

"ایسا علم" ہیں ایسا کو تشبیہ کے لئے سمجھ گئے اور علم سے مراد علم نبوی سمجھ گئے حالانکہ یہ منشا ہی ایسا بقرینہ مقام مطلق بیان کے لئے بھی آتا ہے جیسا بلغا اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے ظاہر ہے یہاں کوئی تشبیہ دینا مقصود نہیں اسطرح اسیطرح علم سے مراد علم نبوی نہیں بلکہ مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں جو اس شق کے شروع ہی میں لفظ اگر کے بعد مذکور ہے یعنی یہ شق جو ایک قضیہ شرطیہ ہے اسی کے مقدم کا وہ موضوع ہے یہ خلاصہ ہے بسط البنان کے اصل جواب کا بقیہ میں دوسرے احتمالات کا بھی قلع قمع کر دیا ہے جس کے بعد کسی تشبہ کی خصوص شبہ مماثلت کی اصلاً گنجائش نہیں رہی اور مطلوب واضح ہو گیا کہ اگر مطلق بعض علوم کا حصول علت ہو باطلاق عالم الغیب کے صحیح ہونے کی توجیب علت مشترک ہے دوسرے مخلوقات میں بھی تو لازم آتا ہے کہ دوسرے مخلوقات کو بھی عالم الغیب کہیں اور لازم باطل ہے پس ملزوم بھی باطل ہے اور اسی سے حیدرآباد کے تینوں سوال کا جواب بھی حاصل ہو گیا، اول اور ثانی کا تو ظاہر ہے اور ثالث کا اس طرح کہ یہاں اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں اس کا انکار کون کرتا ہے نہ اس عبارت میں انکار ہے نعوذ باللہ یہاں تو صرف اس میں کلام ہے کہ آیا علوم جزئیہ کا حصول اطلاق عالم الغیب کے لئے صحیح ہے یا نہیں چنانچہ خود رسالہ حفظ الایمان ہی میں اس کی تصریح ہے کہ نبوت کیلئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو تماما حاصل ہو گئے تھے" جس سے بسط البنان میں بھی تعرض کیا گیا ہے غرض ان تصریحات و تنقیحات کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی نہ کسی خلاف مقصود یا نعوذ باللہ سوء ادب کا اصلاً ابہام رہا پس اسکی بناء پر واقعی ترمیم عبارت کی مطلق ضرورت نہیں لیکن اسلامی دنیا میں چونکہ بدفہم کے لوگ ہیں یا کم از کم قصداً شبہ ڈالنے والے بھی موجود ہیں جو شبہ ڈالنے میں کچھ مصالح

سمجھے ہوئے ہیں خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا ان کا دعویٰ ہے یا دنیویہ ہوں جیسا واقع ہی اسلئے
کم فہموں کی رعایت سے ناکہ نہ ان کو خود شبہ ہو نہ دوسرا کوئی شبہ ڈال سکے اگر اس عبارت میں
ایسے طور سے ترمیم کردیجائے جس میں معنون محفوظ رہے اور عنوان بدل جائے تو امید ہے کہ موجب
اجر ہوگا گو یہ ترمیم درجہ ضرورت میں نہ ہوگی صرف درجہ استحسان ہی میں ہوگی آئندہ جو رائے ہو۔ فقط

از خانقاہ امدادیہ ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ وقت الاشراق۔

جواب: جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی رائے ہے چونکہ اس کے قبل کسی نے واقعی بنا نہیں ظاہر کی
اس لئے ترمیم کو دلالت علیٰ خلاف المقصود کے اقرار کیلئے مستلزم سمجھا اور اقرار بالکفر کفر ہے اس لئے
ترمیم کو ضروری تو کیا جائز بھی نہیں سمجھا اب سوال ہٰذا میں جو بنا بیان کی گئی ہے ایک امر واقعی ہے
لہٰذا قبولاً للمشورۃ اس کو لفظاً اگرکے بعد سے عالم الغیب کہا جاوے تک اسطرح بدلتا ہوں اب حفظ
الایمان کی اس عبارت کو جو کہ اس سوال کے بالکل شروع میں مذکور ہے اسطرح پڑھا جاوے اگر بعض علوم
غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم
السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے الخ اور ایسی عبارت بعینہا شرح
مواقف کے موقف سادس مرصد اول مقصد اول میں فلاسفہ کے جواب میں ہے والبعض ای
الاطلاع علی البعض لا یختص بہ ای بالنبی اور اسی کی مثل مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی
رحمہ اللہ میں ہے وان ارادوا بہ الاطلاع علی بعضہا فلا یکون ذلک خاصۃ النبی من احد
الاو یجوز ان یطلع علی بعض الغائبات الخ یہ دونوں عبارتیں بسط البنان اور اس کے ضمیمہ میں مذکور
ہیں اب اگر اس پر بھی کلام ہو تو میں پھر بدلنے کو تیار رہوں۔ مگر شرح مواقف و مطالع الانظار کی
عبارت بدلنے کے بعد۔ واللہ الموفق۔ اشرف علی ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ وقت الضحیٰ۔ فقط۔

مجیدیہ کتب خانہ۔ بوہڑ گیٹ۔ ملتان